علی معاویہ شعاعیں ایک آفتاب کی محبتِ علی حسن ، محبتِ معاویہ
مجھے اے طاہرِ حزیں ملے گا جامِ انبساط
جو دل میں لہلہائے گی محبتِ معاویہ

☆☆☆

(۱)البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۱۱۷ (۲) آپ رضی اللہ عنہ کا روز کا معمول تھا کہ رات کے ایک تہائی حصے تک اخبارِ عرب، ایامِ عرب وعجم، ملوکِ عجم اور اُنکی سیاست، بادشاہانِ عالم کی لڑائیوں، مکاریوں اور گزشتہ اُمتوں کے حالات وغیرہ کا مطالعہ فرماتے رہتے اور اس بات کو تو تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے مشہور پانچ زیرکوں اور سیاست دانوں میں ہوتا ہے۔(البدایہ والنہایہ)
(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فصاحت وبلاغت کے متعلق مشہور شیعہ مؤرخ ''ابن طقطقی'' لکھتا ہے: ''**کان (معاویة) حکیمًا فصیحًا بلیغًا**. (الفخری، ص:۱۷۳) (۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کے باعث سرکارِ دوعالم، قائدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں بہت سے دعائیں ارشاد فرمائیں مثلاً: ''**اللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ و مَکِّنْہُ فِی الْبِلَادِ. اللّٰھُمَّ عَلِّم معاویة الکتاب و الحساب وقه العذاب. اللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مھدیًا و اھدِ بِه.** (۵) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ انہیں اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ (۶) اہلِ سنت والجماعت میں سے کوئی بھی شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو متہم نہیں کرتا کہ آپ کا قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ہاتھ تھا نہ اس زمانہ میں نہ زمانہ ماقبل میں اس پر کسی کا اعتقاد تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عبداللہ بن سبا، کنانہ بن بشر، مالک الاشتر نخعی، حکیم بن جبلہ، محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفہ وغیرہ سارے کے سارے ''قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے اُن کے لشکر میں موجود تھے بلکہ چند ایک نے اعلیٰ عہدے بھی حاصل کر لیے تھے۔ مالک الاشتر کمانڈر انچیف، محمد بن ابی بکر ایک صوبے کے گورنر تھے اس کے باوجود اہلِ سنت نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہ دونوں حق پر تھے اُن کی کوئی بات دین میں فتنہ پیدا کرنے والی نہ تھی، مقصد سب کا دین اور کلمۃ اللہ کی سربلندی تھی۔ (۷) جنگِ جمل سے ایک روز قبل مخلصین اور خیر خواہانِ اُمت کے دخل سے دونوں جماعتوں میں صلح ہونے والی تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا مطالبہ مان چکے تھے۔ اب قاتلانِ عثمان کا ماتھا ٹھنکا کہ ہمیں قصاص میں قتل کیا جائے گا کیوں نہ اس صلح کو خطرناک جنگ میں تبدیل کر دیا جائے چنانچہ یہ لوگ جن میں حکیم بن جبلہ، کنانہ بن بشر، مالک الاشتر، الغافقی بن حرب، خالد بن ملجم، سودان بن احمر سرفہرست تھے۔ سازش کر کے آدھے آدھے دونوں جماعتوں میں گھس کر حملہ آور ہو گئے (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے سمجھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے سمجھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کر دیا) اس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ قتل ہو گئے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد:۷، ص:۲۳۹۔ طبری، جلد:۵، ص:۲۰۲۔۲۰۳) (۸) اہلِ عراق میں سے کچھ لوگوں نے فیصلہ تحکیم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے لشکر کے متعلق دشنام آمیز زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو ایک گشتی مراسلہ اپنے زیرِ تصرف علاقوں میں بھیجا اور اُن کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ وارفع مقام سے آشنا کروا کر اس عملِ شنیع سے منع فرمایا۔ (نہج البلاغہ، جلد:۲، ص:۱۱۸) عبداللہ بن صفوان الجمحی کہتے ہیں کہ صفین کے شرکا میں سے ایک شخص نے کہا ''**اَللّٰھُمَّ الْعَن اھل الشام**'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا اہلِ شام کو گالی نہ دو کیونکہ وہاں ابدال رہتے ہیں، وہاں ابدال رہتے ہیں، وہاں ابدال رہتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۲۰) (۹) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رعایا اور اس کی آسائش وآرام کے لیے بیت المال کا منہ کھول رکھا تھا خصوصاً سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا زین العابدین اور سیدنا عبداللہ بن جعفر کو سالانہ دس دس لاکھ درہم وظیفہ دیا جاتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، جلد:۳، ص:۸۲)

حافظ عبید اللہ

اہل مدینہ کا قبرستان (جنت البقیع)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

مدینہ منورہ (جس کا پرانا نام یثرب تھا) دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے، تقریباً سنہ 622 عیسوی میں اللہ نے اس شہر کو شرف بخشا جب اس شہر اور اسکے مکینوں نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے اپنے بازو کھول دیے اور مکہ کے دریتیم کو اپنے دامن میں چھپا کر ہمیشہ کیلئے عظمت کا تاج اپنے سر پر سجالیا، وہ دن اور آج کا دن رحمۃ للعالمین ﷺ کا کوئی غلام ایسا نہیں جس کا دل مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے نہ تڑپتا ہو، جسے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا اشتیاق نہ ہو اور جس کا دل اپنے آقا ﷺ اور آپ کے ساتھیوں اور جان نثاروں پر درود وسلام بھیجنے کیلئے بے قرار نہ ہو۔

مؤرخین نے مدینہ منورہ، اسکی تاریخ، اسکی مساجد اور دوسرے تاریخی مقامات کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، بندہ کو بھی صرف اللہ جل شانہ کے لطف وکرم سے مدینۃ الرسول ﷺ کی زیارت کا متعدد بار شرف حاصل ہوا، مسجد نبوی، روضۃ الرسول، جبل احد اور مسجد قبا کے بعد میرا دل جس مقام کی زیارت کیلئے بے قرار رہتا ہے بلکہ کھنچا چلا جاتا ہے وہ ہے اہل مدینہ کا قبرستان یعنی **بقیع غرقد** جسے عرف عام میں جنۃ البقیع کہا جاتا ہے، کیوں نہ ہو؟ خود نبی کریم ﷺ اکثر کبھی دن اور کبھی رات کے وقت بقیع میں تشریف لے جاتے اور اہل بقیع کے لئے دعاء واستغفار فرماتے، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ: آپ کے رب نے آپ کے لئے حکم دیا ہے کہ آپ بقیع والوں کے پاس جائیں اور انکی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں (صحیح مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور و الدعاء لأھلھا)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا (امرتُ أن أدعو لھم) مجھے انکے لئے (اہل بقیع کے لئے) دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے (مسند احمد)۔

میں کوئی تاریخ نگار یا مصنف وادیب تو ہوں نہیں تاہم زائرین جنۃ البقیع کے لئے اسکی تاریخ، اسکی فضیلت، زیارت کے آداب اور اس میں دفن چند مشہور ہستیوں کے ذکر پر مشتمل ایک مختصر تحریر سپرد قلم کر رہا ہوں۔

عربی میں **البقیع** اس کھلی جگہ کو کہا جاتا ہے جس میں جنگلی درخت اور جھاڑیاں بکثرت پائی جاتی ہوں، جنۃ البقیع کی جگہ پر بھی ایک بڑے بڑے کانٹوں والی جنگلی جھاڑی بکثرت پائی جاتی تھی جسے **غرقد** کہا جاتا ہے اسی وجہ سے اس مقام کو **بقیع الغرقد** کہا جاتا ہے، یہ قبرستان مسجد نبوی ﷺ کی مشرقی سمت واقع ہے، جب نبی کریم ﷺ اور مسلمان ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسکی آبادی بڑھنے لگی اور ایک قبرستان کی ضرورت پیش آئی تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے یہ جگہ (جو اس وقت مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر تھی) مسلمانوں کے دفن کے لئے مقرر فرمائی اور فرمایا **اُمِرتُ**

بھذا الموضع مجھے اس جگہ کے بارے میں حکم دیا گیا ہے (مستدرک حاکم)

مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کا ہے کہ بقیع میں سب سے پہلے کسے دفن کیا گیا؟ کچھ علماء ومؤرخین کے نزدیک سب سے پہلے دفن ہونے والے حضرت اسعد بن زرارہ انصاری ہیں جو ہجرت کے صرف نو ماہ بعد ہی فوت ہوگئے، جبکہ زیادہ تر مؤرخین کے مطابق بقیع میں سب سے پہلے دفن ہونے والے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں، یہ غزوہ بدر کے بعد فوت ہوے، علماء نے دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ انصار میں سے سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے بقیع میں دفن ہونے والے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں واللہ اعلم۔

سنہ 2 ہجری میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، یہ مہاجرین میں سے پہلے صحابی تھے جو مدینہ منورہ میں فوت ہوے، انکی وفات پر نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوے اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بقیع میں دفن کرنے کا حکم فرمایا اور انکی قبر پر ایک پتھر بھی نشانی کے طور پر نصب فرمایا تاکہ انکی قبر ڈھونڈ ھنے میں آسانی رہے، اور فرمایا **اتعلم به قبر اخي و ادفن اليه من مات من اهلي** میں نے یہ پتھر اس لئے لگایا ہے تاکہ مجھے اپنے بھائی (عثمان بن مظعون) کی قبر کا پتہ رہے اور میرے اہل وعیال میں سے جو بھی فوت ہوا نہیں عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس ہی دفن کروں (سنن ابی داود ، سنن بیهقی)، اسکے بعد جب بھی کوئی مسلمان فوت ہوتا تو صحابہ کرام آپ ﷺ سے دریافت فرماتے **اين ندفنه يا رسول الله**؟ اے اللہ کے رسول ہم اسے کہاں دفن کریں؟ تو آپ ﷺ فرماتے عثمان بن مظعون کے پاس (مستدرك حاكم وغيره)

اس طرح بقیع نے ایک قبرستان کی شکل اختیار کرلی اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ وہاں دفن ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، تاریخ کی کتابوں میں ذکر ملتا ہے کہ اس قبرستان میں دس ہزار سے زیادہ تو صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں، تابعین، تبع تابعین اور دوسرے اکابرین امت اسکے علاوہ ہیں۔

اس قبرستان میں سب سے پہلی توسیع حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی جب انہوں نے اس باغ کو بقیع میں شامل کیا جس میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا، یہ باغ بقیع سے متصل اسکی مشرقی سمت واقع تھا اسکا نام حش کوکب تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا (لسان العرب، مادہ حشش اور **النهاية في غريب الحديث**) آپ کی شہادت کے بعد فتنہ پردازوں کی وجہ سے آپ کو اس باغ میں دفن کیا گیا چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو بقیع میں شامل کردیا جو اس قبرستان کی پہلی توسیع تھی۔

اسکے بعد ہمیں کتب تاریخ میں اس قبرستان کی کسی قابل ذکر توسیع کا ذکر نہیں ملتا یہاں تک کہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دور حکومت آ گیا انہوں نے زمین کا تقریباً 5929 میٹر مربع رقبہ اس میں شامل کیا، شاہ فہد بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور حکومت میں ایک بار پھر اس میں توسیع کی گئی اور اسطرح اس قبرستان کا کل رقبہ 174962 مربع

میٹر ہو گیا، اسکے گرد 4 میٹر بلند اور 1724 میٹر طویل چاردیواری بنادی گئی۔

مدینہ منورہ میں مرنے اور بقیع میں دفن ہونے کی فضیلت:

متعدد احادیث میں مدینہ منورہ میں مرنے اور دفن ہونے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، چند فضائل یہاں ذکر کیے جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من مات بأحد الحرمين بُعث من الآمنين يوم القيامة** جو حرمین (مکہ اور مدینہ) میں سے کسی ایک میں فوت ہو گیا (اور وہاں دفن ہوا) تو قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھایا جائے گا

(سنن البيهقي ، سنن دار قطني)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من استطاع أن يموت في المدينة فليمت فاني أشفع لمن يموت بها** جسے یہ موقع ملے کہ وہ مدینہ میں فوت ہو تو اسے چاہیے کہ وہیں فوت ہو جائے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والوں کے لئے شفاعت کروں گا **(جامع ترمذی و مسند احمد)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام قیس بن محصن رضی اللہ عنہا سے بقیع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا **أترين هذه المقبرة يبعث الله منها سبعين ألفاً يوم القيامة علي صورة القمر ليلة البدر يدخلون الجنة بغير حساب** تم یہ مقبرہ (یعنی بقیع) دیکھ رہی ہو؟ اس قبرستان سے قیامت کے دن اللہ ستر ہزار ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے اور وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

(مستدرک حاکم ،المعجم الكبير للطبراني)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات کے آخری حصے میں بقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں مدفون لوگوں کے لئے دعا فرماتے تھے جس میں یہ الفاظ بھی ہوتے تھے **(اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد)** اے اللہ بقیع غرقد والوں (یعنی یہاں دفن ہونے والوں) کی مغفرت فرما۔

(صحیح مسلم وغیرہ)

الغرض مدینہ منورہ میں موت اور بقیع میں دفن ہونے کے انہی فضائل کیوجہ سے ہر مسلمان کی یہی خواہش اور دعا ہوتی ہے کہ اسکا آخری وقت مدینہ میں آئے اور اسکا آخری ٹھکانہ (قبر) جنت البقیع میں بنے۔

آج بھی مدینہ منورہ کا مرکزی قبرستان یہی ہے اور مدینہ منورہ میں وفات پانے والوں کی یہاں تدفین کی جاتی ہے، کیونکہ مدینہ کی آبادی میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے نیز زائرین کی تدفین بھی یہاں کیجاتی ہے اور جگہ کی تنگی کے باعث انتظامیہ کو پرانی قبروں کی جگہ پر بھی نئی قبر بنانی پڑتی ہے اس مقصد کے لئے پانچ سال یا اس سے زیادہ پرانی قبروں کو کھولا جاتا ہے اور وہاں نئی میت کو دفن کیا جاتا ہے لیکن قبرستان کے اس پرانے حصے کی قبریں نہیں کھولی جاتیں جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے، لوگوں نے بتایا کہ مدینہ منورہ کی شہری انتظامیہ کے پاس اس قبرستان کا تفصیلی نقشہ موجود ہے اور جب بھی کوئی نئی قبر یہاں بنائی جاتی ہے اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ نئی قبریں اس جگہ سے دور بنائی جائیں جہاں

صحابہ کرام اور اہل بیت رسول ﷺ کی قبریں ہیں واللہ اعلم۔

بقیع میں دفن کے لئے لحد کا طریقہ اپنایا جاتا ہے جس میں پہلے زمین میں ایک گڑھا کھودا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں عام طور پر قبر تیار کی جاتی ہے پھر اس گڑھے کی دیوار کے نچلے حصے میں اندر کی طرف (ایک سائیڈ میں) کھدائی کر کے میت کو رکھنے کی جگہ بنائی جاتی ہے، وہاں میت کو رکھ کر اسکے آگے پتھر کی سلیں یا لکڑی کے تختے رکھ کر اسے بند کر دیا جاتا ہے اور پھر باقی قبر میں مٹی ڈال دی جاتی ہے۔

بقیع میں مدفون چند مشہور صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین:

صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد یہاں مدفون ہے بلکہ بعض کتب تاریخ وسیر میں یہاں تک ملتا ہے کہ دس ہزار کے قریب تو یہاں صرف صحابہ کرام آرام فرما رہے ہیں جن میں چند مشہور نام یہ ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی، حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی، حضرت عبداللہ بن ابی بکر الصدیق، حضرت ابی بن کعب انصاری، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اوس بن ثابت، حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت حسان بن ثابت، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت عبداللہ بن ثابت انصاری، حضرت عبداللہ بن کعب انصاری، حضرت عقبہ بن مسعود ہذلی، حضرت قتادہ بن نعمان، حضرت کعب بن مالک، حضرت مقداد بن الاسود حضرمی، حضرت ابو ہریرہ الدوسی، حضرت ماریہ قبطیہ (ام ابراہیم)، حضرت ام رومان (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق) رضی اللہ عنہم وارضاہم اجمعین۔

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ اکثر صحابہ کرام کی قبروں کی حتمی جگہ کسی کو معلوم نہیں صرف چند قبریں ایسی ہیں جن کی پہچان اور جگہ کا تعین اہل مدینہ کے اندر نسل در نسل چلا آ رہا ہے اور مؤرخین جیسے نورالدین سمہودی نے (**وفاء الوفا باخبار دار المصطفی**) میں اور محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے (**المغانم المطابة فی معالم طابة**) میں انکا بیان کیا ہے، ہم بھی زائرین جنت البقیع کے لئے مختصر طور پر انکا ذکر کرتے ہیں، ہم نے کوشش کی ہے کہ جنت البقیع کے مسجد نبوی کی طرف سے مرکزی دروازے میں داخل ہونے والے کی آسانی کے لئے ترتیب کے ساتھ قبروں اور انکا محل وقوع بیان کیا جائے، نیز یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ محل وقوع صرف اور صرف اہل مدینہ کی نسل در نسل منتقل ہوتی معلومات کی بناء پر ہے، لہذا ان معلومات میں سہو اور غلطی کا امکان بہرحال موجود ہے، یہی بات جنت البقیع میں موجود سعودی علماء کرام بھی بار بار کرتے ہیں، آپ ان سے سوال کریں کہ یہ قبر کس کی ہے؟ تو وہ یا تو کہیں گے **اللہ اعلم** (اللہ بہتر جانتا ہے) یا کہیں گے کہ: کہا جاتا ہے کہ فلاں کی ہے (یعنی وہ یقینی طور پر کچھ نہیں کہتے) اور ہمارے سادہ لوح حضرات سمجھتے ہیں کہ وہ علماء جان بوجھ کر نہیں بتاتے۔

بنات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

مسجد نبوی کی سمت سے مرکزی دروازے سے جنت البقیع میں داخل ہوں تو بالکل سیدھا چلتے ہوئے تقریباً 30 میٹر کی دوری پر آنحضرت ﷺ کی تین بیٹیوں (حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن) کی

قبریں ایک ساتھ ہیں۔

دوسرے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بنات الرسول ﷺ کی قبروں کے سامنے کھڑے ہوں تو وہاں سے دائیں طرف تقریباً 25 میٹر کی دوری پر دوسرے اہل بیت کرام (حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت حسن بن علی، حضرت زین العابدین علی بن حسین، حضرت محمد الباقر بن زین العابدین، حضرت جعفر الصادق رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی قبریں ہیں، اور ایک روایت کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی یہیں مدفون ہیں۔

نوٹ: شیخ سمہودی نے (وفاء الوفا) میں کچھ روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انکے گھر میں ہی دفن کر دیا تھا (اور انکا گھر مسجد کی توسیع کے بعد مسجد نبوی کے اندر آ گیا) لیکن سمہودی نے اسکے بعد مختلف علماء کے اقوال پیش کیے ہیں جنہوں نے ان روایات کو غلط بتایا ہے مثلاً ابن شبہ کا قول کہ (**اظن هذا الحديث خطأ**) کہ میرے خیال میں یہ بات (حضرت فاطمہ کو انکے گھر میں دفن کرنے والی) غلط ہے، اور پھر وہ رایات پیش کی ہیں جن سے یا ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں ہی دفن کیا گیا تھا مثال کے طور پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہیں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کیا گیا (اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بقیع میں دفن ہیں) واللہ اعلم بالصواب۔

ازواج مطہرات رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بنات رسول ﷺ کی قبروں کے سامنے کھڑے ہوں تو بائیں طرف تقریباً 8 میٹر کے فاصلے پر حضرت خدیجہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی 9 امہات المؤمنین کی قبریں ہیں (حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام سلمہ، حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت صفیہ بنت حیی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن)

نوٹ: حضرت خدیجۃ الکبری کی قبر مبارک مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلا میں ہے اور حضرت میمونہ بنت الحارث کی قبر بھی مکہ سے باہر ایک مقام (سرف) میں ہے۔

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی قبور:

ازواج مطہرات کی آرامگاہوں سے شمال کیطرف تقریباً 5 میٹر دور حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار اور آنحضرت ﷺ کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہم کی قبریں واقع ہیں، کتب میں لکھا ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا کرنا باعث قبولیت ہے کیونکہ یہی وہ جگہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ رات کے وقت کھڑے ہوکر اہل بقیع کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔

(المغانم المطابة، وفاء الوفا وغیرہما)